34

تفسیر القرآن کا کام نہایت ہی اہم ہے

(فرمودہ 20 دسمبر 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"انسانی دماغ کی بھی عجیب بناوٹ ہے۔ بعض اوقات اس کے خیالات کا تسلسل آپ ہی آپ اس کی زبان کے ذریعہ سے جاری ہو جاتا ہے۔ مَیں جو اس وقت خطبہ کے لئے کھڑا ہؤا تو میرا ارادہ تفسیر القرآن کے متعلق کچھ کہنے کا تھا۔ وہ مضمون دماغ میں آ رہا تھا اور اس غلبہ کی وجہ سے تلاوت کرتے وقت اختتامی کلمات ذہن سے نکل گئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ 1 زبان پر جاری ہو گیا۔ بہر حال یہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کا ہی کام ہے۔ اگر یہ صحیح ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کے منشاء کو پورا کرنے والا ہو ورنہ اگر انسان خدا تعالیٰ کے کلام کی غلط تشریح کرنے لگے تو اس کے لئے بہت خطرے کا مقام ہے۔ اس کے لئے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ 2 آخر میں رکھا گیا ہے۔ جس کے بار بار پڑھنے سے انسان کے گناہوں کا ازالہ ہوتا ہے۔ تفسیر کا کام بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس میں دیر ہوئی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ فطرتاً مَیں اس سے بہت گھبراتا ہوں اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی ٹڈا ہمالیہ پہاڑ کو اٹھانے کی کوشش کرے اور مَیں نے مجبوراً اور جماعت کے اندر اس کے لئے شدید خواہش کو دیکھتے ہوئے اس میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس کے لئے مجبور ہؤا ہوں ورنہ قرآن کریم کی تفسیر ایسا کام نہیں جسے مومن دلیری سے اختیار کر سکے۔ قرآن کریم تو

ایک سمندر ہے اور اس کی تفسیر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص پیالہ ہاتھ میں لے کر یہ خیال کرے کہ میں اس سے سمندر کا پانی کھینچ کر لے آؤں گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص بے وقوف اور احمق ہو گا۔ اسی طرح قرآن کریم ایک ایسا سمندر ہے کہ اس کے مضامین کو کوئی شخص باہر نکال ہی نہیں سکتا۔ جس طرح کوئی شخص کنویں سے پینے کے لئے پانی تو لے سکتا ہے مگر سب پانی کو باہر نہیں لا سکتا یا سمندر سے لوٹا بھر کر تو لا سکتا ہے مگر سمندر کو نہیں لا سکتا۔ سمندر کے پاس یا کنویں کے پاس اسے خود جانا پڑے گا۔ کنویں یا سمندر کو وہ اپنے پاس نہیں لا سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم ایک روحانی سمندر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص تمہیں کوئی بات اس میں سے بتا سکے اور کوئی تفسیر سنا دے مگر یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم کے سارے علوم بیان ہو سکیں۔ اور اگر کوئی قرآنی علوم سمجھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اسے خود ہی غوطہ لگانا پڑے گا۔ ہم جب لکھتے ہیں تو ایک سے دوسرا، دوسرے سے تیسرا، تیسرے سے چوتھا اور چوتھے سے پانچواں مضمون ذہن میں آتا جاتا ہے اور اگر اسی طرح لکھیں تو پڑھنے والا پاگل خیال کرے گا کہ کہاں سے کہاں چلا گیا۔ مگر اس کا ایسا خیال کرنا خود اس کے جنون کی علامت ہو گی نہ کہ ہمارے پاگل ہونے کی کیونکہ یہ سلسلہ تو اسی طرح چلتا ہے۔ پانی پینے کی چیز ہے مگر جب ایک سائنس دان اسے پھاڑتا ہے تو لازماً اس کا ذہن ان دو گیسوں کی طرف جائے گا جن سے پانی مرکب ہے۔ اور پھر گیسوں سے ان کی طرف جن سے وہ گیسیں بنتی ہیں اور پھر ان سے قدرتاً اس کا ذہن بجلی کی ان لہروں کی طرف منتقل ہو گا جن کی وجہ سے مختلف ذرات ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔

پس خیالات کے اس سلسلہ کی وجہ سے سائنس کے محقق کو کوئی شخص پاگل نہیں کہے گا۔ یہی حال قرآن کریم کی تفسیر کا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۔ 3 اس کا جو بھی ٹکڑا تم لے لو اس پر غور کرتے ہوئے جس چیز کی طرف بھی تمہارا ذہن منتقل ہو گا۔ ہوا، پانی، آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، شیر، ہاتھی، انسان غرضیکہ جس چیز پر بھی تم غور کرو گے آخر دیکھو گے کہ تم اپنے رب کے پاس کھڑے ہو۔ یہ سلسلہ وار مضامین سب اسی لئے ہیں کہ آخر انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچاویں۔ قرآن کریم کا کوئی حصہ لے لو وہ خدا تعالیٰ تک

پہنچادے گا اور اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا کی صداقت ظاہر ہو جائے گی۔

مَیں بیان کر رہا تھا کہ قرآن کریم کی پوری تفسیر کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ کوئی انسان کا بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا جو قرآن کریم کی تفسیر بیان کر سکے۔ جو کوئی کچھ بیان کرے گا وہ انسانوں کے لحاظ سے مکمل تفسیر ہو گی قرآن کریم کے لحاظ سے نہیں۔ پس یہ کام ایسا نہیں کہ آسانی سے اس میں انسان ہاتھ ڈال سکے۔ اور اگر ڈالے تو ذمہ داری کے بوجھ تلے دبتا نہ جائے۔ مفسر پر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس زمانہ کے بھی اور آئندہ زمانہ کے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس تفسیر نے علوم کو ختم کر دیا۔ غور کرو کہ ایسا خیال دین میں کتنے بڑے رخنہ کا موجب ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ قرآنی علوم کی انتہا کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اس کا پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے کسی نبی یا غیر نبی کو نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی بعض پیشگوئیوں کی حقیقت آنحضرت ﷺ پر بھی نہ کھلی ہو گی۔ بعض احادیث کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے یہ حدیث غلط ہو یا اگر حدیث صحیح ہو تو ممکن ہے رسول کریم ﷺ پر اس کی حقیقت کا انکشاف نہ ہوا ہو۔ 4 اس پر مولویوں نے بہت شور مچایا کسی نے آپ کو کافر کہا کسی نے کچھ۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر روحانی اور دینی لحاظ سے تو سارے معارف کھل گئے لیکن جو حصہ پیشگوئیوں کے متعلق ہے خصوصاً جو آئندہ زمانوں کے متعلق تھیں اغلب بلکہ یقینی ہے کہ ان میں سے بعض کی تاویل آپ پر ظاہر نہیں ہوئی تا وہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے امتحان ہوں جسے پاس کر کے وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔ اسی طرح قرآن کریم کے کئی مطالب ہیں جو آج نہیں کھلے لیکن آج سے دو سو، چار سو، پانچ سو برس بعد کھلیں گے۔ آج کے زمانہ کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان کے ظاہر ہونے پر آج ہم پھولے نہیں سماتے اور کہتے ہیں کہ جو بات ہماری سمجھ میں آئی ہے وہ پہلوں نے نہیں لکھی اور ہم آج اسے لکھتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ پہلوں کے لئے اس کے لکھنے کا موقع ہی کب آیا۔ مثلاً یاجوج ماجوج کے جو معنی آج ظاہر ہوئے ہیں وہ پہلے مفسّر کس طرح بیان کر سکتے تھے۔ وہ معذور تھے۔ ان کے سامنے یہ چیز ہی نہ تھی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں سمجھ دے دی مگر یہ ہماری پہلوں پر فضیلت نہیں۔ جو مطالب سمجھنے کا ان کے لئے

موقع تھا ان کے لحاظ سے تو ان پر ہمیں بے شک فضیلت ہے۔ دینی تشریحات اور روحانی معارف اگر ان سے زیادہ ہوں تو یہ تو بے شک زائد چیز ہے اور فضل ہے لیکن اگر آج ہم پر ان پیشگوئیوں کے مطالب کھلتے ہیں جو اس زمانہ کے متعلق ہیں تو اس بارہ میں ان کو بے وقوف اور جاہل کہنا ہماری اپنی بے وقوفی اور جہالت ہے کیونکہ یہ ان کے زمانہ کی بات ہی نہ تھی۔ کیا رطب و یابس قصے ہیں جو پہلوں نے بیان کر دیئے ہیں کہ یاجوج ماجوج کے کان اتنے بڑے بڑے ہوں گے کہ ایک کو نیچے بطور بستر بچھالے گا اور دوسرے کو بطور لحاف اوپر لے لے گا۔ وہ دیواریں چاٹے گا اور مُردے کھائے گا۔ انہوں نے یہود کی ان روایات کو اس لئے مان لیا کہ ان کے پرکھنے کا ذریعہ ان کے پاس نہ تھا۔ آج ہم ان باتوں کو اس لئے حل کر لیتے ہیں کہ یہ امور ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں سے جب کوئی کسی یہودی سے اس قسم کی باتیں سنتا ہوگا تو بڑا خوش ہوتا ہوگا اور خیال کرتا ہوگا کہ آج کوئی شاگرد حقیقت دریافت کرے تو اسے بتاؤں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ بعض پیشگوئیاں جو آئندہ کے متعلق ہیں ہم ان کی کوئی تاویل کریں جو غلط ہو اور جب ان کے مطالب کھلیں تو آئندہ زمانہ کے مفسّر ہمارے متعلق کہیں کہ کتنے بے وقوف لوگ تھے کہ ان کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔ پس خدا تعالیٰ کے کلام کا احاطہ کرنا ناممکن ہے اور اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مَیں قرآن کریم کی مکمل تفسیر سمجھ گیا ہوں تو وہ غلط کہتا ہے۔ ہم جو تفسیر کرتے ہیں وہ کلامِ الٰہی کی نہیں بلکہ صرف ان پہلوؤں کی تفسیر ہے جو ہمارے زمانہ سے متعلق ہے۔ پس قرآن کریم کی تفسیر ایسی ذمہ داری کا کام ہے کہ مَیں ہمیشہ اس میں ہاتھ ڈالنے سے ڈرتا ہوں اور ترجمہ سے تو بہت ہی ڈرتا ہوں۔ لکھتا ہوں، پھر کاٹتا ہوں۔ لکھتا ہوں، پھر کاٹتا ہوں۔ شائع ہونے والی جلد کا ترجمہ پہلے میں نے شروع کیا۔ پھر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کے سپرد کر کے خود نظر ثانی کی۔ ترجمہ سے تو بہت ہی ڈرتا ہوں کیونکہ اگر کسی وجہ سے کوئی غلطی ہو جائے تو عوام کہیں گے کہ یہ خلیفۃ المسیح الثانی کا لکھا ہوٴا ترجمہ ہے غلط نہیں ہو سکتا اور یہ خیال نہیں کریں گے کہ انسان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ عقلمند انسان تو سمجھ جاتا ہے کہ بعض اوقات کاتب سے غلطی ہو جاتی ہے۔ چھپنے میں کوئی غلطی ہو جاتی ہے مگر عام لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ بس جی خلیفۃ المسیح الثانی

نے یہی لکھاہے اور ہم یہی مانیں گے۔

عوام کی ذہنیت بھی عجیب ہوتی ہے۔ ضلع گجرات میں ایک دفعہ مناظرہ ہوُا۔ وہاں ایک احمدی تھا غیر احمدی اسے پکڑ کر لے گئے کہ چلو مولویوں کو چھوڑو ہم خود مناظرہ کرتے ہیں۔ مگر وہاں جاکر مولوی کو اس کے مقابل کر دیا۔ مولوی نے کہا اچھا قرآن کھولو۔ سب لوگ اَن پڑھ تھے۔ مولوی نے سوچا کہ احمدی بھی اَن پڑھ ہے اسے یونہی قابو کرلوں گا۔ اس نے کہا کہ دیکھو قرآن کریم میں صاف لکھاہے کہ رَافِعُكَ یہ حضرت مسیح کے متعلق ہے۔ اور رفع کے معنی اوپر اٹھانے کے ہیں۔ رفع یدین سب لوگ جانتے ہیں کہ ہاتھ اوپر اٹھانے کو کہتے ہیں۔ رَافِعُكَ کے معنی صاف ہیں کہ "تینوں چُکاں گا" یعنی اوپر اٹھاؤں گا۔ سب لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں اور احمدی سے کہنے لگے کہ بس اب توبہ کرو۔ وہ بھی سمجھ گیا کہ یہاں اب سیدھی طرح کوئی بات نہیں سنے گا۔ اس نے کہا مولوی صاحب رَافِعُكَ کی ف کے نیچے لکیر سی کیسی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا یہ زیر ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ زیر کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ مولوی صاحب فرمانے لگے "ہیٹھاں" یعنی نیچے۔ اس پر وہ احمدی بولا کہ بس یہی بات ہے۔ رَافِعُكَ تو اوپر لے جاتاہے مگر یہ زیر اوپر نہیں جانے دیتی اور اس دلیل کو سن کر جو دوسرے زمیندار تھے انہوں نے سمجھ لیا کہ بس معاملہ پھر شکّی ہو گیاہے۔

توعام لوگ زیادہ باریک باتوں کو نہیں دیکھتے۔ ان کو علم ہوتا نہیں وہ تو یہی کہتے ہیں کہ بس یہی لکھاہے۔ یہی درست ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ بعض اوقات کتابت کی غلطی ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات مؤلف سے سہو ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ ایسی ذمہ داری ہے کہ اسے اٹھانا موت قبول کرناہے اور یہ موت دراصل ہر انسان آپ ہی قبول کرے تو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جیسے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ نجات وہی پائے گا جو اپنی صلیب آپ اٹھائے گا۔ 5 اس کا مطلب یہی ہے کہ نجات وہی پائے گا جو خدا تعالیٰ کی راہ میں صلیب پائے گا۔ میری صلیب کو پُوجنے سے نجات نہیں ہو سکتی۔ تو ہر انسان خود قرآن پڑھے، سوچے ، سمجھے تو صحیح علم حاصل کر سکتاہے۔ باقی تفاسیر تو ایسی ہی ہیں جیسے کسی جگہ پہنچنے کے لئے کوئی سواری پر چڑھ جاتاہے، کوئی ریل پر، کوئی موٹر پر، کوئی ہوائی جہاز پر، کوئی گھوڑے پر، کوئی

سائیکل پر، کوئی ٹانگہ پر، کوئی گڈّے پر۔ بعض علاقوں میں شتر مرغ بلکہ بکرے سے بھی سواری کا کام لے لیا جاتا ہے۔ تو یہ تفسیریں تو سواری کی طرح ہیں اور صرف تقریب کا ذریعہ ہیں۔ کامل تفسیر اِن میں نہیں۔ کوئی سواری کسی قلعہ کے دروازہ تک تو پہنچا سکتی ہے مگر اس سے دروازہ نہیں کھل سکتا۔ اور جب تک دروازہ نہ کھلے دیواروں تک پہنچنے سے کیا فائدہ۔ فائدہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مومن ان ذرائع کو تقریب سے زیادہ اہمیت نہ دے بلکہ خود آگے بڑھے اور سوچے سمجھے۔

پس جہاں تک ان نو سورتوں کا تعلق ہے یعنی سورہ یونس سے شروع کر کے سورۂ کہف تک پرسوں مَیں نے کام ختم کر دیا ہے اور پرسوں شام تک پریس والے ختم کر دیں گے۔ ہم نے 7، 8 سو صفحات حجم کا اندازہ کیا تھا۔ پھر اندازہ لگانے والوں نے کہا کہ آٹھ، نو سو کے درمیان صفحات ہوں گے۔ پھر 9، 10 سو صفحات کا اندازہ کیا گیا اور اب رپورٹ ملی ہے کہ 1006 صفحات ہو جائیں گے۔ جس محنت کے ساتھ کام کیا گیا ہے اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ آخری حصہ ایسا اچھا نہیں چھپ سکتا جیسا کہ ارادہ تھا۔ کاتبوں سے دن رات کام لیا گیا ہے۔ اسی طرح پریس والوں سے بھی۔ انسانی طاقت جتنا بوجھ اٹھا سکتی ہے اسے اٹھانے کا بہت اعلیٰ نمونہ کارکنوں نے دکھایا ہے مگر اس محنت کے باوجود کتابت وغیرہ کی بعض غلطیاں ہوں گی۔ میں دوبارہ تو پروف دیکھ ہی نہیں سکا اور اس لئے مجھے خیال ہے کہ بعض جگہ ضرور غلطیاں رہ گئی ہوں گی۔ لکھتے ہوئے بعض اوقات مَیں نوٹ دے دیتا ہوں کہ حوالہ دے دیا جائے یا فلاں معنے لغت سے نکال کر لکھ دیئے جائیں۔ عین ممکن ہے ان میں سے کوئی حوالہ لکھنا رہ جائے یا معنے نقل کرنے رہ جائیں۔ بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تمام کارکنوں نے بہت محنت اور اخلاص سے کام کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض غلطیاں رہ گئی ہوں گی۔ ہم غلط نامہ کی اشاعت کی بھی کوشش کر رہے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں آخری حصہ میں پہلے سے کم غلطیاں ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم تو بہت تھے مگر ان کو کاپی اور پروف دیکھنے کی مشق نہ تھی اس لئے اس حصہ میں بہت غلطیاں رہ گئی ہیں۔ کوئی حصہ کہیں چھوٹ گیا ہے، کوئی غلط جوڑ دیا گیا ہے۔ ہم نے اس کی درستی بھی کی ہے۔ بعض جگہ علیحدہ پرچیاں

چھپوا کر لگا دی گئی ہیں۔ غلط نامہ بھی چھپ جائے گا اور اس طرح صحت کی پوری پوری کوشش کی جا رہی ہے۔

اب جماعت کا فرض ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے قرآن کریم کی تفسیر تو کوئی انسان نہیں لکھ سکتا اور اس لحاظ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قرآنی مطالب سارے یا آدھے یا سوواں حصہ بلکہ ہزاروں حصہ بھی بیان کر دیئے گئے ہیں کیونکہ قرآن غیر محدود خدا کا کلام ہے۔ اس لئے اس کے علوم بھی غیر محدود ہیں۔ اور اس نسبت سے ہم اس کے مطالب کا نہ کروڑواں اور نہ اربواں حصہ بیان کر سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری باتوں پر روشنی ڈال دی گئی ہے۔ مجھے اس خیال سے شدید ترین نفرت ہے کہ تفاسیر میں سب کچھ بیان ہو چکا ہے۔ ایسے خیال رکھنے والوں کو مَیں اسلام کا بدترین دشمن خیال کرتا ہوں اور احمق سمجھتا ہوں۔ گو وہ کتنے بڑے بڑے جبے اور پگڑیوں والے کیوں نہ ہوں اور جب میرا دوسری تفسیروں کے متعلق یہ خیال ہے تو مَیں اپنی تفسیر کی نسبت یہ کیونکر کہہ سکتا ہوں۔ ہم یہ تو کوشش کر سکتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے علوم ایک حد تک بیان کر دیں مگر یہ کہ قرآن کریم کے یا اپنے زمانہ کے بھی سارے علوم بیان کر دیں اس کا تو مَیں خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔ قرآن کریم کے نئے نئے معارف ہمیشہ کھلتے رہتے ہیں۔ آج سے سو سال کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ ایسے معارف بیان کر سکتے ہیں جو آج ہمارے ذہن میں بھی نہیں آ سکتے۔ اور پھر دو سو سال بعد غور کرنے والوں کو اور معارف ملیں گے۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ اس طرح کہنے سے لوگوں کی توجہ تفسیر کی طرف سے ہٹ جائے گی۔ اور بعض دفعہ بعض نادان یہ کہہ بھی دیا کرتے ہیں کہ انہوں نے تو خود کہہ دیا ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ مگر مَیں قرآن کریم کے متعلق سچائی کے بیان کو ہر چیز سے زیادہ ضروری خیال کرتا ہوں۔ لاکھوں کا تفسیر نہ پڑھنا بہت کم نقصان دہ ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک بھی شخص ہو جو یہ خیال کرے کہ اس تفسیر میں سب کچھ آ چکا ہے۔ اگر دس کروڑ آدمی بھی یہ خیال کر لیں کہ اس میں کچھ نہیں تو کوئی نقصان نہیں بہ نسبت اس کے کہ ایک بھی یہ خیال کرے کہ اس میں سب کچھ آ گیا ہے۔ جو یہ خیال کرے گا کہ اس میں کچھ نہیں وہ تو

میرے کلام سے محروم رہے گا لیکن یہ سمجھنے والا کہ اس میں سب کچھ آگیا ہے خدا تعالیٰ کے کلام سے محروم رہ جائے گا۔

پس مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ لوگ یہ خیال کریں کہ اس میں کچھ نہیں لیکن یہ مَیں برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک شخص بھی یہ خیال کرے کہ اس میں سب کچھ آگیا ہے۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ اس میں جو کچھ ہے وہ محض اس زمانہ کے متعلق بعض باتیں ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ قرآن کریم کے نئے نئے علوم ہمیشہ کھلتے رہیں گے جو آج ہمیں معلوم نہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ اس زمانہ کے متعلق بھی بعض غلطیاں لگ سکتی ہیں مگر چونکہ یہ خدائی تائید سے لکھی گئی ہے اس لئے مَیں کہہ سکتا ہوں کہ اس میں اس زمانہ یا آئندہ زمانہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی دینی اور روحانی باتیں جو لکھی گئی ہیں وہ صحیح ہیں۔ ہاں بعض آئندہ ہونے والی باتوں کے متعلق یہ احتمال ضرور ہے کہ ہم ان کے اور معنے کریں اور جب وہ ظاہر ہوں تو صورت اور نکلے۔ پس جہاں تک علوم، اخلاق، روحانی اور دین کا تعلق ہے مَیں امید کرتا ہوں کہ یہ بہتوں کے لئے ہدایت کا اور ان کو گمراہی سے بچانے کا موجب ہو گی۔ گو یہ عین ممکن ہے کہ آئندہ کے متعلق کسی بات کے سمجھنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن کریم میں پیشگوئیاں تھیں مگر کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ سورۂ نساء میں اور سورۂ فاتحہ میں نبوت کا ثبوت موجود تھا مگر کسی کے ذہن میں نہیں آیا اور بھی بیسیوں پیشگوئیاں ہیں جن کو پہلے لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اسی طرح ہم بھی ممکن ہے آئندہ زمانوں کے متعلق بعض پیشگوئیوں کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکیں اور غلطی کھا جائیں مگر جو باتیں لکھی گئی ہیں وہ خدا تعالیٰ کی تائید سے لکھی گئی ہیں اور جو بات خدا تعالیٰ کی تائید سے لکھی جائے اس سے گمراہی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس تمہید کے بعد میں جماعت کو اس کی خریداری کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ قادیان میں بھی اور باہر بھی جہاں تک ہو سکے دوستوں کو اس کی اشاعت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس وقت تک دفتر میں چھ سو احباب کی طرف سے اطلاعات آ چکی ہیں۔ بعض براہ راست میرے پاس بھی آئی ہیں اور وہ ملا کر کل تعداد آٹھ سو تک ہو گی مگر تین ہزار تعداد چھپوائی گئی ہے۔

اور جماعت کی کثرت کے لحاظ سے اور ان دوستوں کی نسبت کے لحاظ سے جو عام طور پر کتابیں خریدتے ہیں میرا خیال ہے کہ اس کی اشاعت دس پندرہ ہزار ضروری ہونی چاہیئے۔ اس وقت تک اس کی اشاعت کے لئے جدوجہد بہت ہی کم ہوئی ہے۔ میرے علم میں سوائے چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کے اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ انہوں نے دو سو خریدار کی اس وقت تک اطلاع دی ہے۔ ان کے علاوہ کسی کی طرف سے کوئی جدوجہد میرے علم میں نہیں۔ یا ایک صاحب نے جن کی ترقی ہوئی گیارہ خریداروں کی قیمت مبلغ پچپن روپیہ ارسال کی ہے۔ بس اور کسی کا مجھے علم نہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ میں اس کام کو بوجھ محسوس کرتا ہوں مجھ سے یہ کام کروا کے جماعت کا اس طرف سے غفلت برتنا بہت ہی افسوسناک بات ہے۔ یہ کوئی اخبار ''الفضل'' تو نہیں کہ کسی سے مانگ کر پڑھ لیا۔ یہ تو ایسی چیز ہے کہ گھر میں رکھ کر ہی اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ایک دفعہ آدمی اسے سارا پڑھے اور پھر ضرورت کے مطابق حوالہ وغیرہ دیکھ لے۔ کتاب سے فائدہ اٹھانے کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ ایسا حوالہ جو ضرورت کے مطابق مل جائے میخ کی طرح دل میں گڑ جاتا ہے۔ قادیان کی احمدی بالغوں کی آبادی 13، 14 سو ہے اور اس لحاظ سے یہاں چار پانچ سو خریدار ہونے چاہئیں مگر ہوئے صرف چالیس پچاس ہیں۔ اسی طرح لاہور، سیالکوٹ، جہلم، راولپنڈی، فیروزپور، امرتسر اور پنجاب کے دوسرے اضلاع ہیں۔ پھر صوبہ سرحد کے اضلاع ہیں۔ یوپی اور اس سے آگے بنگال ہے اور ہر شہر میں پانچ دس بیس پچاس سَو دو سَو خریدار پیدا ہو سکتے ہیں مگر جماعت نے اس کی طرف کوئی توجہ اب تک نہیں کی۔ اس لئے مَیں پھر ایک دفعہ یہ اعلان کرتے ہوئے کہ جتنا کام میرے ذمہ تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ پریس کا کام بھی کل یا پرسوں تک ختم ہو جائے گا، جلد ساز بھی حسب وعدہ کام کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ ابھی مجھے میر محمد اسحاق صاحب نے بتایا ہے کہ جلد ساز کہتے ہیں کہ ہم عام جلد سازوں کی طرح نہیں کریں گے بلکہ مقررہ تعداد سے بھی زیادہ تیار کر کے روزانہ دیا کریں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ ان کو توفیق دے تو 23 یا 24 کی شام تک ایک سو ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ جلدیں تیار ہو جائیں گی۔ میرا ارادہ ہے کہ قادیان کے لوگ بعد میں حاصل کریں۔ پہلے باہر والوں کو دے دی جائیں۔ پندرہ بیس دن تک سب کو مل جائیں گی۔

اس لئے زیادہ گھبراہٹ کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد مَیں دعا کرتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس سے گمراہی کا بیج نہ بوئے اور ہدایت والے حصوں کو زیادہ مفید بنائے تا اس سے خدا تعالیٰ کے کلام کی صداقت ظاہر ہو اور احمدیت کی مضبوطی ہو۔"

(الفضل 26 دسمبر 1940ء)

---

1 الفاتحۃ: 2

2 الفاتحۃ: 7

3 النازعات: 45

4 ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 307

5 متی باب 16 آیت 24